جناب فخر کشمیر

مرزا محمد افضل بیگ

کا

مضمون

یہ مضمون جو کتابی شکل میں شایع کیا گیا ہے۔ جموں وکشمیر سٹیٹ پیپلز کنونشن میں جموں وکشمیر محاذ رائے شماری کے بانی صدر محترم جناب فخر کشمیر مرزا محمد افضل بیگ صاحب نے ۱۱، اکتوبر کو پڑھا۔

"ماسبق اس کے میں آپ پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم بنیادی طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ بالآخر کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ یہاں کے عوام اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق ہی کریں گے۔ لیکن یاد رکھیے کہ اس پارلیمنٹ کی مرضی یا خواہش اس معاملے میں کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتی"

ان الفاظ سے آنجہانی پنڈت جواہر لعل نہرو نے پارلیمنٹ میں مورخہ ۷ اگست سنہ ۱۹۵۲ء گورنمنٹ انڈیا نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ اور پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "کہ اگر کشمیر کے لوگوں کو ہمارے ساتھ وابستہ رہنے کی خواہش نہ ہو تو یہ اُن کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ وہ بیشک الگ ہو جائیں۔ ہم اُن کو اُن کی مرضی کے خلاف اپنے ساتھ رہنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ ہر چند کہ اُن کے ایسا کرنے سے ہم کو رنج ہوگا۔"

ہندوستانی حکومت کے اس اعلان کے بعد مسئلہ کشمیر کے بارے

میں مزید وضاحت سے کچھ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الحاق کی نسبت مہاراجہ کشمیر کی اپیل مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سینکڑوں بار صریحی اور غیر مبہم الفاظ میں دہرایا گیا۔ بلکہ آنجہانی مہاراجہ ہری سنگھ کی متذکرہ اپیل الحاق سے پہلے گاندھی جی نے ناقابل فراموش الفاظ میں ۵ اگست ۱۹۴۷ء کو فرمایا تھا۔

"برطانیہ کا اقتدار اعلیٰ ریاست پر ۱۵ اگست کو ختم ہو کر ریاست کے عوام کو عود کرے گا۔ اور ریاست کے لوگ جو زیادہ تر مسلمان ہیں ریاست کے اصلی مالک ہوں گے"

ریاستی عوام کی رائے ہی باقی تمام قوانین یا آئینی امور سے زیادہ طاقتور اور با اثر ملک کے کا مستقبل کا فیصلہ کرتے ہیں ثابت ہوتی ہیں۔

قدرتی طور پر کشمیری عوام کی نظریں اس ہندوستان کی طرف لگی ہوئی تھیں جنہوں نے اُن کی بر وقت بے لوث مدد کی تھی۔ جب کہ غلامی کی چار صد سالہ زندگی کی زنجیروں سے آزاد ہونا چاہتے تھے۔ کیوں کہ اس غلامی کی طوق نے اُن کو تمام انسانی حقوق سے محروم کر رکھا تھا۔ اور یہ حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دئے گئے تھے۔ اس وقت ہند کے رہنماؤں کے خلوص کو دیکھ کر اور ان مقتدر و حجاز ہستیوں کے قول و قرار اور وعدوں پر اعتماد اس لئے بھی کیا گیا مہاراجہ کا کیا ہوا الحاق عارضی اور مشروط ہے اور یہ کہ جو نہی کشمیر میں امن و امان ہو گا۔ تو کشمیریوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے اپنی آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کا حق دیا جائے گا۔ اور آزادانہ حق رائے دہندگی کے لئے ہند فوج کا اخراج عمل میں آئے گا۔ ہندوستان نے کشمیریوں کا اعتماد حاصل کیا اور اس طرح سے کشمیریوں کو اطمینان ہوا کہ ہند اُن کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اُن کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

اُن وعدوں کے بعد کشمیریوں پر کیا گذری وہ ایک لمبی داستان ہے۔ کشمیر کے مسئلہ پر ہند و پاک میں رسہ کشی ہوئی۔ معاملہ یو۔ این۔ او تک پہنچا۔ سیکورٹی کونسل کے کئی اجلاس ہوئے وہاں بھی اُن وعدوں کو ہندوستان کی طرف سے دہرایا گیا۔ اور

پھر پاکستان کی جانب سے بھی ان وعدوں کے ایفا کرنے کی تکرار شدت پکڑتی گئی۔ لیکن ہندوستان اور پاکستان محض مخاصمت کی بناء پر آج تک حل نہ ہو سکا۔ اور وعدے بھی ایفا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی یونائیٹڈ نیشنز کے بلند بانگ دعاوی جو کہ امن اور چھوٹے بڑے ملکوں کے لوگوں کے حق خود ارادیت سے متعلق تھے سرد پڑ گئے۔ اور وہ بھی مفلوج زدہ تماشائی کی حیثیت میں اپنے بلند ہستی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے احکام اور قراردادوں کی نافرمانی بے مغزی اور ان کا حشر خاموشی سے دیکھتی رہی۔ اس کی بے حسی کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ ہند و پاک میں خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ جس میں پانی کی طرح انسانی خون بہہ گئے۔ جائیدادیں ضائع ہو گئیں۔ بے شمار لوگ بے خانماں ہوئے۔ اور اب بھی یہاں کے لوگ کسی آئندہ ہونے والی جنگ کے تصور سے لرزاں و پریشان ہو رہے ہیں۔ کہ جن کے آثار یہ ہر دو ممالک کشمیر پر اپنا تسلط جمائے رکھنے سے دکھا رہے ہیں۔ اس طرح دونوں ممالک کشمیر کی خاطر اپنی دولت، طاقت اور ہر چیز خرچ کر کے ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔ دونوں ممالک بڑی شدت کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ صرف کشمیریوں کے حقوق، بہبودی اور ان کے حق خود ارادیت کی حفاظت کی خاطر ایسا کر رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس کشمیر کو روندے جا رہے ہیں۔ جس کے لئے یہ اقدام کئے جا رہے ہیں دنیا کی تواریخ میں لوگوں سے ایسے کئے مذاق تو بہت دیکھنے میں آئے ہیں۔ لیکن ہمارے ساتھ جو یہ مذاق کھیلا جا رہا ہے افسوس یہ سب سے ظالمانہ اور بے دردانہ ہے۔ اس سیاہ بخت تعطل اور اس غیر یقینی صورت حال نے ہماری سیاسی زندگی کو مفلوج بنا دیا ہے ہماری مجلسی زندگی کا شیرازہ بکھرا ہے۔ اور اقتصادی زندگی پر جمود چھا گیا ہے۔

ان گزشتہ بیس برسوں میں ہند و پاک کے بیسیوں لیڈروں نے آپس میں بیٹھ کر کانفرنسیں کیں۔ سیکورٹی کونسل میں اس بین الاقوامی مسئلہ پر سینکڑوں نشستیں ہوئیں، بہت کچھ لکھا گیا۔ اور بہت کچھ کہا گیا لیکن

اس کو

اس کو ہماری بدقسمتی پر محمول کیجئے کہ یہ مسئلہ ابھی تک معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ برعکس اس کے اس مسئلہ میں روز بروز مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ اور یہ جمود بدستور جاری ہے۔ دریں اثنا کشمیر کے پچاس لاکھ انسان نہایت ہی تکلیف دہ حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ رستا ہوا ناسور ثابت ہو رہا ہے۔ سیکورٹی کونسل بھی اب یہاں کے عام آباد ہیں یا قبرستان کی خاموشی پر قانع نظر آتی ہے۔ برعکس کہ اس سے سیکورٹی کونسل کو کوئی غرض نہیں۔ ہم کو نہایت ہی سنجیدگی سے وعدہ دیا گیا تھا کہ جونہی امن ہوگا یہاں پر رائے شماری کی جائے گی اور اس وعدے کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے۔ جناب والا صاحب جیسے ہیں اور ہمارے مسلمہ قائد نے یہاں کے پچاس لاکھ انسانوں کی آزادی کی آواز کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے ۱۹۴۷ء سے اپنے آپ کو کمربستہ رکھا اور مخدوش و پرآشوب حالات سے کشمیر کو نکال کر یہاں امن قائم کیا۔ اور جب یہاں امن و امان آپ کی بدولت قائم تھا اور آپ نے ہندوستان کو وعدے یاد دلا کر اصرار کیا کہ وہ ان کو پورا کرے۔ تو اس کے جواب میں ہمیں اور آپ کو کس طرح پُر فریب چالاکی سے جواب دیا گیا۔ کہ استصواب رائے اور حق خودارادیت جیسی چیزیں اب فرسودہ ہو چکی ہیں۔ جب ان پر ہم نے مزید اصرار کیا تو اس کے جواب میں اس عظیم ملک نے آپ کو وزارت عظمیٰ سے برطرف کیا۔ آپ کو اور آپ کے ساتھ لاکھوں انسانوں کو قید خانوں میں بند کر دیا گیا۔ اور ایک طویل نظربندی ہم پر عائد کر دی گئی۔ لیکن کس لئے؟ صرف ہندوستان کو اپنا اخلاقی فرض یاد دلانے اور اپنے دیئے ہوئے وعدوں کو ایفا کرنے کے لئے۔

دنیا میں ایسا بھی کوئی ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ حق خودارادیت اب فرسودہ بن چکا ہے۔ کیا ایسا حق کبھی بھی فرسودہ ہو سکتا ہے؟ آخر ہندوستان کے پاس ان وعدوں کو پورا کرنے کے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ غالباً ان کا خیال ہے کہ کچھ باتیں اس راہ میں مانع ہیں۔ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے ہیں۔ لیجئے وہ باتیں بھی آپ کے ملاحظہ ہوں۔

یہ کہ پاکستان نے برطانیہ اور امریکہ کے ساتھ فوجی گٹھ جوڑ کیا ہے۔ اور اس گٹھ جوڑ نے جنوب مشرقی ایشیا کے توازن اقتدار کو خطرے میں ڈالا ہے۔ یہ کتنا مضحکہ خیز اور غیر متعلقہ جواز ہے۔ جو ہندوستان نے اس بارے میں پیش کیا ہے۔ جب کہ ریاستوں کے باشندے اور فوجی معاہدوں میں کوئی بھی فریق نہیں۔ حق خودارادیت کا وعدہ کشمیریوں کو دیا گیا۔ اور پاکستان کے عیب و ثواب کا مؤاخذہ ہمارا یہ حق بنا ہے۔ اس لئے اس کے دینے سے ہم کو انکار کیا جاتا ہے۔ کیا منطق ہے اور

کیا اخلاقی جواز؟ ذرا دیکھئے کہ سنہ ۱۹۵۸ء سے اُن فوجی معاہدوں کی اہمیت ہی اب کیا رہی ہے حقیقت تو یہی ہے۔ کہ پاکستان اب روس اور چین کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس طرح ہند کا یہ بہانہ نہایت قبیح اور مضحکہ خیز ہے۔

۲۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ پاکستان نے ہند کے ساتھ دو دفعہ یعنی سنہ ۴۷ء اور سنہ ۶۵ء میں زور آزمائی کی ہے۔ لہٰذا اس بنا پر ہند اپنے اُن دیئے ہوئے وعدوں کا پابند نہیں ہو سکتا۔ جو کہ رائے شماری سے متعلق تھے۔ اب اس منطق کو کیا کہئے۔ حالانکہ اُن واقعات کے بعد (سنہ ۴۷ء اور سنہ ۶۵ء) بھی ہند نے پاکستان کے ساتھ استصواب رائے سے متعلق قراردادوں کو بہ عمل لانے پر کئی بار خط و کتابت وغیرہ کی۔ سنہ ۶۵ء کی خونریز جنگ کے بعد بھی ہند و پاک نے زیر سرپرستی یو۔ ایس۔ ایس۔ آر۔ متفقہ طور پر ایک اگریمنٹ کیا جو تاریخ میں معاہدۂ تاشقند کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں اس بات کی صراحت کی گئی اور پکا ارادہ کیا گیا کہ مسئلہ کشمیر کو سیکیورٹی کونسل کے قراردادوں کے عین مطابق حل کیا جائے گا۔ اب ہندوستان کا اس مسئلہ کے حل کے بارے میں یہ جواب ملا کرتا ہے کہ سنہ ۶۵ء کی جنگ کے بعد کشمیر میں اب رائے شماری کا مسئلہ نہیں رہا۔ کس کو مطمئن کر سکتا ہے؟۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کیجئے کہ رائے شماری کا یہ وعدہ کشمیریوں کو دیا گیا تھا کسی دوسرے ملک کو نہیں۔ بہر حال کشمیر میں رائے شماری کا ہونا باقی ہے۔

یہ کونسی عقلمندی ہے کہ شام کے جرم میں رام کو پکڑا جائے

۳۔ تمام قوم حق خود ارادیت کا استعمال بحیثیت مجموعی کرتی ہے نہ کہ اس کا کوئی حصہ۔ یہ تیسری دلیل دی جاتی ہے۔ یہ تو تاریخی اعتبار سے غلط اور بے بنیاد ہے سنہ ۴۷ء میں مہاراجہ کے عارضی الحاق کے فوراً بعد ہند کے لیڈروں اور کانگریس نے ریاست کے لوگوں کو حق خود اختیاری بحیثیت مجموعی تسلیم کر لیا تھا۔ اور بعد میں وہ دس سال تک وہ یہی کہتے آئے سیکورٹی کونسل میں اپنی پارلیمنٹ میں یا ہند پاک کانفرنس میں کیا کشمیر کو ان دنوں بھارت کا ایک حصہ خیال نہیں کرتا تھا؟۔ یا کشمیر ان ایام میں بھارت کا ایک حصہ خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ بلاشبہ بھارت کو بعد میں یہ خیال آ گیا۔ تا کہ اس طرح سے وہ اُن وعدوں کی پابندی سے بچ نکلے۔ جو اس نے کشمیریوں کو دیئے تھے۔ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت سنہ ۴۷ء تک ہندوستان کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح سے شمالی مغربی سرحدی صوبہ سلہٹ بھی اور آسام کا ایک حصہ تھا۔ تاہم ایسے معاملات میں وہ حصے بڑے ہوں یا چھوٹے۔ اُن کو حق خود ارادیت بصورت رائے شماری ہندوستان اور کانگریس نے دینا منظور اور تسلیم کیا تھا۔ ایسا کرنے میں اُن کو کسی قسم کی جھجک یا ابہام پیدا نہ ہوا۔ چنانچہ اُوپر دی گئی دلیل میں

کوئی وزن نہیں۔ بلکہ یہ ایک مغالطہ انگیز ہے۔ اگر لمحہ بھر کے لئے اس دلیل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر لنکا، برما یہاں تک کہ افغانستان کے اقتدار اعلیٰ پر بھی شبہ اور حرف آتا ہے۔ اور وہ بھی ایسی دلیل سے خطرے میں پڑ جاتے ہیں

۴۔ چوتھی دلیل ہے کہ کشمیر کی آئین ساز اسمبلی نے کشمیر کے عارضی الحاق کو بابت فروری ۱۹۵۴ء میں توثیق کی تھی۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ شیر کشمیر کی حکومت جو ۹ اگست ۱۹۵۳ء سے فوجی نرغے کے بعد ختم کی گئی۔ اور شیر کشمیر کو وزارت عظمیٰ سے برطرف کیا گیا جو کہ تحت ضابطہ قانون منتخب پرائم منسٹر تھے۔ اور جس کے بعد کشمیری عوام پر ایک طاغوتی دور جاری کیا گیا۔ جس دور نے چنگیز بیت کے زمانہ کی یاد تازہ کی یہ اس لئے کیا گیا۔ کہ لوگوں کی زبانوں اور دلوں سے حق خود ارادیت یکسر ختم ہو۔ اور ممبران آئین ساز یہ کو اس شخص کے اعتماد پر کچھ کہنے سے محروم کر دیا کہ جس پر اسی وقت تک ان کا مکمل اعتماد تھا۔ دنیا کا کوئی ایسا اخلاقی یا قانونی ضابطہ نہ ہوگا جو کہ ۹ اگست کے سانحہ کو جائز قرار دے۔ کیونکہ یہ مکمل طور آئین سازی پر ایک فراڈ کے طور پر کھیلا گیا تھا۔ اور اس فراڈ کے نتائج اس پارٹی کی کیسے تائید کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے یہ فراڈ کھیلا ہو۔ میرے لئے یہ تو ایسی مثال ہے جیسے کہ پنڈت نہرو کو چند کس آدمیوں نے گرفتار کیا ہو۔ اور ممبران آئین ساز یہ ہند کو بھی بعد میں ہندوستانیوں پر مہیب فوجی تسلط کئے گئے ہوں۔ پھر ان بچارے ہندوستانیوں پر اپنا خود ساختہ آئینی عادی کر دیا گیا ہو۔ کیا ہندوستانی ایسی کسی بھی صورت حال کو قبول کر لیا؟

علاوہ بریں اور واضح الفاظ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ کشمیر کی آئین ساز اسمبلی کو الحاق کشمیر کی توثیق کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ اسمبلی کوئی بھی رائے اس بارے میں ظاہر کرے۔ تو وہ سیکورٹی کونسل کے مارچ ۱۹۵۱ء کی قرارداد پر اثر انداز نہ ہوگی اور ہند کی جانب سے سیکورٹی کونسل کو اس بارے میں مطمئن کرنے کے بعد سیکورٹی کونسل نے مشتہر کیا تھا۔ کہ الحاق کے متعلق کشمیر اسمبلی کا کوئی بھی اظہار ہندوستان کے ان وعدوں پر اثر انداز نہ ہوگا جو ہندوستان نے ۱۹۵۱ء میں سیکورٹی کونسل میں دئے تھے۔ یہاں تک پنڈت جواہر لعل نہرو نے اس کشمیر آئین ساز اسمبلی کے اظہار رائے کے متعلق یہ اعلان مشتہر کیا۔ کہ وہ ایسے فیصلہ جات یکطرفہ طور پر نہیں لئے جا سکتے ہیں۔

۵۔ بعض اوقات یہ دلیل بھی پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ مہاراجہ نے ۱۹۴۷ء میں جو الحاق ہند کے ساتھ کیا تھا وہ آخری اور ناقابل تنسیخ ہے۔ اس بارے میں پہلے ہی کہا جا چکا ہے۔ کہ ہندوستان نے اس کو بذات خود عارضی اور تابع مرضی عوام قرار دیا تھا۔ اور کئی بار اس خیال کو مشتہر بھی کیا تھا۔ یہاں اگر میں آپ کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل

کی اُس چٹھی کا بھی حوالہ دوں اور اس پر غور کرنے کی استدعا کروں۔ جو کہ اس نے مہاراجہ کے الحاق کی استدعا میں مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء جواب میں بھیجی تھی۔ تو آپ پر بخوبی یہ بات روشن ہو گی۔ کہ حکومت نے ہرگز اس الحاق کو قطعی طور پر آخری اور مکمل الحاق تسلیم نہ کیا تھا۔ چنانچہ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ کو اس طرح کا جواب دیا۔

"یہ ہماری تسلیم شدہ پالیسی رہی ہے۔ کہ جہاں پر کسی ریاست کے الحاق کا مسئلہ متنازعہ ہو۔ اُس ریاست کے الحاق کا فیصلہ وہاں کے عوام کی مرضی سے عمل میں لایا جائے گا۔ اور یہی میری حکومت کی خواہش ہے۔ کہ جونہی کشمیر میں امن بحال ہو جائے اور اس کی سرزمین سے حملہ آوروں کو نکال دیا جائے۔ اُس وقت اس ریاست کا الحاق وہاں کے لوگوں کی مرضی کے مطابق رائے شماری سے ہوگا۔ مزید برآں بہ تعمیل آپ کی چٹھی کے ہم فوجوں کو آپ کے استدعا پر آج کشمیر بھیج رہے ہیں۔ تاکہ وہ آپ کی ریاست کی حفاظت کریں۔ اور وہاں کے لوگوں کی عزت، جائیداد اور زندگی بچائیں۔"

یہ چٹھی حکومت ہند کے سربراہ کی طرف سے مہاراجہ کی اس چٹھی اور دستاویز الحاق پیش کرنے کے جواب میں اُسی دن یا اس کے فوراً بعد بھیجی گئی تھی۔ اس جواب سے حکومت ہند کا منشا مہاراجہ کے الحاق کی نسبت صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس سے صاف طور پر یہ عیاں ہو رہا ہے کہ۔

(ا) مسئلہ الحاق متنازعہ ہے۔ (ب) اس متنازعہ مسئلہ کا حل لوگوں کی مرضی سے رائے شماری کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ (ج) یہ کہ ہند کی فوج صرف مہاراجہ کی فوج کی مدد کے لیے اس کی ریاست کی حدود کو حملہ آوروں سے بچانے اور دور بھگانے کے لئے بھیج دی گئی تھی۔

آنریبل ڈیلیگیٹ حضرات! اب آپ نے ملاحظہ کیا ہو گا۔ کہ وہ وعدے جو لوگوں کو رائے شماری سے متعلق دیئے گئے ہیں۔ غیر مشروط ہیں۔ اور یہ کہ الحاق قطعی یہ عارضی ہے۔ جیسا کہ یہ ایک تسلیم شدہ بات ہے۔ علاوہ قانونی نکتہ کے پیش نظر جو کہ بیان (ج) سے عیاں ہے۔ یہ اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کرتا ہے۔ سربراہ حکومت نے بھی اسی پر زور مہاراجہ کی ریاستی (فوج) کا حوالہ دیا ہے۔ نہ کہ ہندوستان کی ریاست تحریر کیا ہے۔ ہند کی فوج کو صرف مہاراجہ کی فوج کی مدد کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ اگر الحاق کشمیر نے آخری اور مستقل پوزیشن اختیار کی ہوتی۔ تو کشمیر پھر بھلا کسی روک کے اس وقت ہند کی ریاست تصور ہوتی۔ اور پھر ریاست کی فوج کوئی علیحدہ فوج ہو گی تصور نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ ایک ہی ملک میں دو علیحدہ علیحدہ فوجیں دو آزاد

حکمرانوں کے پاس نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ انڈین آرمی کا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی ریاست کو بچالیں کیونکہ دفاعی معاملہ مرکزی ہوتا ہے۔ جیسی اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خود ہندوستان نے ۱۹۴۷ء کے الحاق کو عارضی الحاق تسلیم کیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بھی کشمیر کی سرداری ہندوستان نے برقرار رکھی۔ گو کہ اصطلاحی معنوں میں یہ تنازعہ سیکورٹی کونسل میں ہندو پاک کے مابین تھا اور اس طرح ایسی صورت میں کشمیر بحیثیت فریق نہ گردانا گیا تھا۔ کشمیر حکومت کے خاطر پلیبسٹ ایڈمنسٹریٹر (ناظم رائے شماری) کا تقرر ہند اور پاکستان دونوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور یہ ایڈمنسٹریٹر حکومت ہند کے لئے نہیں بلکہ کشمیر کے لئے تھا۔ اس طرح جب آزاد کشمیر کے حصے سے فوج کا اخراج عمل میں لایا جاتا تو اس پر حکومت کرنے کا اختیار مقامی لوگوں کو مطابق قرارداد یو۔ این۔ سی۔ آئے۔ پی حاصل تھا۔ نہ کہ پاکستان کو۔

بہت سے ایسے واقعات اور بھی ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ الحاق ۱۹۴۷ء کے بعد بھی محض عارضی اور مشروط تھا۔ اور خالصتاً ایک انتظامی اقدام کے لیے دفعہ ۳۷۰ کشمیر ہند کو مختار بنا دیتا ہے اور ہند کو باقی ریاستوں کے برعکس جو کہ مرکزی پارلیمنٹ سے اپنا اختیار حاصل کر لیتے ہیں۔ موخر الذکر میں پارلیمنٹ کا اختیار اعلیٰ سبجیکٹوں پر حاوی ہے۔ اس بنیاد پر ہند اور کشمیر کے تعلقات قائم ہو گئے۔ جو کہ شیر کشمیر کی سرکردگی میں ان تمام اخلاقی اور آئینی معاہدات کے تحت ہوئے تھے۔ اور تب تک چلے آ رہے تھے۔ جب تک ۱۹۵۳ء کا ناقابل فراموش سانحہ یعنی فوجی نرغہ پیش آیا جو کہ ایک اخلاق سوز حرکت تھی۔

جب جناب شیر کشمیر جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بند پڑے تھے تو ریاست بھر میں ہلاکو خان کا دور دورہ رہا۔ آزادی پسندوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ ہزاروں آدمیوں کو جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بھر دیا گیا۔ جن میں معزز شہریوں کے علاوہ وزراء نائب وزراء، کلیدی آفیسران۔ بڑے افسر اور بے شمار تحریک حریت کے پروانے۔ اور وہ بھی جنہوں نے کانگریسیوں کے دوش بدوش انگریز سامراج کے خلاف پرچا اٹھایا تھا۔ حتیٰ کہ عورتوں کو بھی تختہ مشق بنا دیا گیا۔ ان کی عصمت دن دھاڑے لوٹی گئی۔ قتل و غارت عام ہوا۔ بڑے بڑے جلسوں اور

جلوسوں میں لوگ شدت سے مطالبہ کر رہے تھے۔ کہ
"شیر کشمیر کو چھوڑ دو۔ رائے شماری فوراً کرو"۔
ہزاروں لوگوں کو فوجداری مقدمات میں جکڑا گیا۔ تاکہ ان کو ہراساں اور خوف زدہ کیا جائے۔ لیکن لوگوں کا یہ جذبہ کم نہ ہوا۔ بلکہ وہ سیسہ پلائی دیوار کی طرح اپنے لیڈروں کے پشت پر کھڑے رہے۔ اور آزادی کی شمع کو فروزاں رکھا۔ حق خود ارادیت کے نعرے کو اپنی روح قرار دیکر عوام نے استبدادیت کے خلاف اپنی عزیز جانوں کو داؤ پر لگایا۔ اور ظلم و تشدد کی یہ چکی عرصہ تک چلتی رہی۔ جب پنڈت نہرو نے کشمیر سے متعلق اپنی پالیسی کو بدلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ مقدمات جن میں شیخ صاحب بھی ماخوذ تھے۔ سرکار نے واپس لیئے اور مابعد شیخ صاحب کو پنڈت نہرو نے دہلی بلایا۔ تاکہ ان کے ساتھ کچھ گفت و شنید ہو سکے چنانچہ پنڈت نہرو کے حسب منشاء شیخ صاحب کو پاکستان جانا تھا۔ کہ وہاں جاکر مسئلہ کشمیر کا کچھ حل نکل سکے۔ پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے بھی شیخ صاحب کے اس مشن کو لبیک کہا۔ لیکن افسوس اس نازک کام کے درمیان پنڈت نہرو ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے۔ اور یہ مشن ادھورہ رہا۔ اور پنڈت نہرو کے بعد اس کے جانشینوں نے اس پالیسی کی پیروی نہ کی بلکہ الٹا کشمیر پر ہندکی آہنی گرفت کو اور مضبوط بنایا گیا۔ اسی طرح ان وعدوں کا لحاظ نہ کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر کو الجھنوں میں پھنساتے رہے۔ سنہ ۶۵-۱۹۶۴ء میں ریاست کی اندرونی خودمختاری کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے ہزاروں آدمی پھر گرفتار کئے گئے۔ شیر کشمیر اور بیگ کو پھر ایک بار نظر بند کیا گیا۔ جو کہ تین سال کے عرصہ تک جاری رہی

دریں اثنا کشمیر برابر اسی طرح کے بحران میں سے گزر رہا ہے۔ حکومت ہند حق خود ارادیت سے انکاری ہو رہی ہے۔ مہاراجہ کے الحاق کو آخری اور قطعی قرار دیا جا رہا ہے۔ نام نہاد انتخابات کا ڈھونگ وقتاً فوقتاً رچایا جا رہا ہے۔ کشمیر کی اقتصادیات سنگین طور پر مجروح ہو رہی ہے۔ ہمارے قالین۔ ریشم اور میووں کی صنعت نہایت ہی بری طور پر متاثر ہو رہی ہے اور وہ راستہ سال بھر کھلا رہتا تھا۔ وہ پنڈی کا راستہ تھا اور کروڑوں روپیوں کی مالیت کی لکڑی جو دریائے جہلم کے راستے برآمد ہوتی تھی۔ برابر سنہ ۱۹۴۷ء سے آج تک سیز فائر لائن کی وجہ سے بکھر گئی ہے۔ جس نے برلن۔ جرمنی

کی دیوار بن کر آر پار لوگوں کے رشتوں اور ناطوں پر گہرا اثر ڈالا ہے اس طرح اس مسئلہ کشمیر کے لٹک رہنے سے ریاست کے پچاس لاکھ انسانوں کی سیاست، معیشت، اقتصادیات، ثقافت اور اخلاقیات روز بروز کم سے کم تر ہو رہے ہیں۔ اُن پر گہرا اثر پڑھ رہا ہے۔ آخر ہیں یہ مسئلہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔ ایک اخلاقی پرابلم ہے۔ جس کو محض انسانیت کے نام پر حل کیا جانا ضروری ہے ہر چند کہ مسائل جو ابتداءً سیاسی یا اقتصادی ہوں۔ آخر میں اخلاقی صورت اختیار کر بیٹھے ہیں۔ تب انسان کا یہ اخلاقی فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ حق پرست بن کر بے خوف اصلی حقیقت اور صداقت کو دُنیا کے سامنے لائے۔ اور جناب صاحب صدر میں اسی احساس اور جذبے کے تحت آپ کو حاضرین مجلس کو اور اپنے آپ کو یہاں پاتا ہوں

باب دوم

ہند نے کیوں اپنے وعدوں کے ایفا نہ کرنے کا راستہ منتخب کیا۔ آخر اس کو ان قول و قرار کے پورا کرنے سے کیوں تامل ہے ؟ کہ جو وعدے اور قول و قرار ہند نے نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو مدنظر رکھتے دیئے تھے۔ آنجہانی پنڈت نہرو کے یہ الفاظ ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ کہ "مسئلہ یہ ہے کہ کشمیر کو بزور شمشیر حاصل کیا جائے یا اہالیانِ عوام کی آزادانہ رائے سے اس کا فیصلہ ہو" اور آدمی پھر دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ کہ اب وہی ہندوستان اور کانگریس کی لیڈرشپ حق و انصاف کی قدروں کو نظر انداز کر کے شمشیر و سنان سے عوام کی فاتح آوازِ حق خود ارادیت پر آزما رہی ہے۔ یہ دو رُخی پالیسی سب کو گونگا بنا دیتی ہے۔

وہی عظیم ملک جس نے گاندھی۔ نہرو۔ آزاد اور مولانا محمد علی وغیرہ بیسیوں ایسی شخصیتوں کو جنم دیا ہے۔ کانگریس جس نے کہ یادگار قربانیاں جو کہ تاریخ میں بے مثل ہیں۔ محض اس بات کے لئے کہ وہ ہند کو سامراجیت سے آزاد کر دیں اور سیاسی، اقتصادی بحران سے اُن کو نکال دیں۔ جس نے کہ صدیوں ان کو غلام بنائے رکھا تھا۔ یہ کانگریس ان غلاموں کو اس تاریکی سے نکالنے کے لئے روشنی کا مینار رہا ہے۔ وہی کانگریس جس نے کہ غلامی کی ہر زنجیر کی کڑی کو توڑ ڈالا تھا۔

اور تمام دنیا کو ایسا کرنے کا سبق بھی دیا تھا۔ ہم سب اُس کانگریس اور خاص کر
پنڈت جواہر لعل نہرو کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جس نے ہمکو تحریک
آزادی کی جد و جہد میں نہایت ہی خلوص نیت ہر قسم کی امداد دی تھی۔ اور
ہمارے حق خود ارادیت کے کاز کو آگے لے جانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر ڈالا
تھا۔ لیکن اب ہمیں نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کی یہ انڈین
نیشنل کانگریس اور اس کی لیڈرشپ اپنے تمام سابقہ روایات اور اصولوں
سے منحرف ہو کر اب اُن کے ساتھ تضاد برت رہی ہے۔ جو حق خود ارادیت
کے طلبگار ہیں۔ ہمیں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بس اقتصادی ترقی ہی سب کچھ ہے
لیکن اس بات کی صحت سے قطع نظر مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ اقتصادی ترقی
سیاسی آزادی، اور سماجی ترقی کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔ آپ ان
میں سے ایک دیگر سے انکار نہیں کر سکتے ہیں۔ قطع نظر اس کے یہاں
میں نہایت ہی صدق دلی سے کہہ رہا ہوں کہ ایسی ہندوستان کے لیڈرشپ
کی پالیسی نے ہمارے یہاں کے لوگوں کا اعتماد کھو دیا ہے۔ جنہوں نے کبھی جناب
شیر کشمیر کی سرپرستی میں کشمیر تعمیر کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ اس لیڈرشپ نے
ان بنیادوں کو ہی اُکھاڑ دیا ہے۔ آخر ہندوستان کی لیڈرشپ اب ایسا
کیوں کر لی ہے۔ مجھے اس بارے میں یقین ہے کہ اب آزادی کے بعد ہند میں
دائیں بازو والے رجعت پرست اور ہنگامہ پرست جماعتوں کا حکومت پر
روز بروز غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح کانگریس کی لیڈرشپ دن بدن
کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اور ان کے ہاتھوں سے میدان نکلا جا رہا ہے۔ گاندھی
جی اپنے قول سے انحراف کرنے کی بجائے اپنی جان کو داؤ پر لگا جاتے تھے۔
اُن کے دنیا سے اُٹھ چلنے کے بعد ایسی قدریں ~~رفتہ رفتہ~~ اور وقتاً فوقتاً
بھارت سے منقا ہونے لگی۔ کروڑوں انسان گاندھی جی کا دم آج بھی بھرتے
ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس دن اُن کی پیروی کے لئے ہم صرف اس
کے اخلاقی جمہوریوں کا قولاً مدد کرتے رہتے ہیں۔ اور عملاً ہم اُن کو فرقہ وارانہ
فساد برپا کر کے لاکھوں مردوں، عورتوں، اور بچوں کا خون بہا کر کروڑوں
روپیوں کی جائداد ضائع کرنے کا خراج بطور عقیدت پیش کرتے ہیں۔ کیا یہی
گاندھی جی کا فرمان تھا۔ افسوس ہند کی جمہوریت اور سیکولرازم پر سے
وہاں روز بروز اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا اثر اب کشمیر میں بھی ہو رہا
ہے۔ ہر چند کہ اس میں شک نہیں کہ یہاں کے پچاس لاکھ عوام جناب
شیر کشمیر کے ہندو مسلم اتفاق کی آواز پر دل و جان سے لبیک کہہ چکے ہیں۔ جس
نے ہم کو آج تک ہر آزمائش میں آزمایا۔ لیکن پھر بھی احتمال ہے۔ کہ کبھی باہر کی
دنیا یہاں پر بھی اپنا نقش نہ چھوڑے۔ سن ۱۹۴۷ء سے پہلے ہمارے دستور

میں سے چند ایک دہلی جاکر اس دربار سے ضرور متاثر ہوئے تھے۔ جن کو دہلی کے کچھ حلقوں سے ہمدردیاں حاصل تھیں۔ اب ان ہی غیر متعلق رجعت پسند عناصر سے نبرد آزما ہونا ہے۔ کشمیر کے مستقبل کا کیا ہوگا۔ اس پر ہمیں اب باہر کی جمہور نواز طاقتوں کا بھی سہارا لینا پڑے گا۔ جو ہمیں تقویت بخشیں گے آزادی اور ترقی آپس میں غیر منقسم ہے۔ دنیا میں الگ تھلگ رہنے والوں کی زندگی مشکل بن جاتی ہے۔

صاحب صدر میری رائے میں ہندوستان کے انحراف کی دوسری وجہ آپ نے اس دعوت نامے میں ظاہر کی ہے جو معزز ہندوؤں کے نام آپ نے بھیجا ہے۔ آپ نے ایک اچھے معالج کی طرح مرض کی نشاندہی کی ہے۔ آپ نے خط میں تحریر کیا ہے۔ گذشتہ بیس سال مسئلہ کشمیر اس وجہ سے تعطل میں پڑا ہے اس مسئلے کو ہندوستان اور پاکستان کا تنازعہ سمجھا گیا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا گیا کہ دراصل یہ معاملہ واحداً اصل کشمیر کا ہے۔ اس تنازعہ کو فیصلہ کرنے کا اختیار و اقتدار صرف باشندگان ریاست کو ہے۔ اور وہ کسی بھی قسم کا بیرونی دباؤ اس سلسلے میں کبھی قبول نہ کریں گے۔ آپ نے اس سلسلے میں درست فرمایا ہے کہ عوام کو اپنا کھویا ہوا اختیار عمل پھر سے بحال کرنا ہے۔ کہ کشمیر کشمیریوں کا ہے۔ اور اس کے فیصلہ کرنے کا حق بھی انہیں کو ہے۔ ہمیں اس بات کی اجازت دیجئے کہ ہم اپنی تمام قوتوں کے ساتھ یکجا طور آپ کے دوش بدوش عملی میدان میں کود پڑیں۔ اور منزل مقصود سے ہمکنار ہو جائیں۔ ڈیلی گیٹ حضرات ممکن ہے کہ طریقہ کار میں اختلاف ہو۔ لیکن ہم میں سے کسی کو اس بنیادی اصول پر اختلاف یا اس اصول سے انحراف نہیں کرنا چاہیئے کہ حقیقت میں اس ملک کے لوگ ہی اپنا مستقبل بنا سکتے ہیں

مزید اس سلسلے میں ہم کو ایک بامعنی کوشش اس بات کی بھی کرنی ہوگی کہ ہم اپنے دونوں ہمسایہ ملکوں پر واضح کریں اور سمجھائیں کہ اگر وہ ہمارے اس راستے میں زیادہ دیر روڑا اٹکاتے رہیں گے تو یقیناً ان کو آخر میں خسارہ اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ وہ ہمیں اس پیدائشی حق سے مزید وقت کے لئے محروم نہیں رکھ سکتے ہیں

باب سیوم

حق خود ارادیت کا مطلب آخر ہے کیا؟ یہ لوگوں کا اپنا حق کہ جس سے وہ اپنے مستقبل کو تشکیل دے سکیں۔ اور اس کا فیصلہ کر سکیں۔ یہ جمہور کا ایک مانا ہوا۔ اور تسلیم شدہ طریق کار ہے۔ یہ جنگ و جدل کے روک کا واحد علاج ہے۔ اس حق سے انحراف عوام کو حیوانی سطح پر لانا ہے۔ اور انسانیت اور سیاسی ارتقاء کو عمیق ترین گہرائیوں تک گرانا ہے۔ حیوانی دنیا بھی اس حق سے ازلاً محروم ہو چکی۔ لہٰذا ہمیں اس حق کے حصول کے لئے اور اپنے آپ کو حیوانی درجہ تک پہنچنے کے لئے ہمیشہ پوری ہمت اور استقامت سے کمربستہ ہونا چاہئے۔

اس سلسلہ میں حق خود ارادیت کی دو صورتیں ہیں جو کہ آپ کے گوش گذار کر رہا ہوں۔ اولاً یہ حق کہ بذات خود عوام ہی اس کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ اور عوام ہی اس حق کے استعمال کرنے کے مختار و مجاز ہیں۔ ہمیں امید قوی ہے کہ اتنی تاخیر کے بعد بھی ہندو پاک کو چاہئے کہ وہ ہمارے اس حق کو غیر مبہم الفاظ میں مسلمہ طور مان لے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کس طرح اس حق کا حصول ہو۔ یعنی اس کا طریقہ عمل۔ یہاں پر ہمیں اس صورت حال سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے جو کہ اس پر اثر انداز ہوں۔ یہاں پر یہ میری ذاتی رائے ہے کہ بحیثیت ایک فرد کے مجھے اس بات کا احساس ہے کہ بدقسمتی سے اس برصغیر میں اس مسئلے کی وابستہ گی جذبات سے ہوتی ہے۔ اور اس حق کے حصول پر ہمیں یہ بات نظر انداز نہیں کرنی ہو گی لیکن پھر بھی یہ کشمیری عوام ہی ہے جو کہ مناسب وقت پر ان باتوں کی طرف دھیان دینگے۔ لہٰذا پہلا قدم اس جانب یہ ہو گا کہ وہ حقوق جو عوام سے چھینے گئے ہیں۔ پھر بحال کئے جائیں۔ یہ ضروری اور اہم قدم ہو گا۔ اس بارے میں یہاں پر مجھے یہ کہنے میں ذرہ بھی دقت نہ ہو گی کہ پاکستان جو پہلے پہل حق خود ارادیت کا پوری طور حامی نہ تھا۔ اب وہی پاکستان نہایت ہی شدت سے ہمارے اس حق میں حمایت کر رہا ہے

اور دوسری طرف ہمارے کچھ مخلص دوست ہند میں بھی اس وقت موجود ہیں جو بلا کسی جھجک کے ہمارے اس حق کی حمایت کرتے ہیں اور ان وعدوں کو پورا کرنے کے لئے کمربستہ ہیں۔ جو ہند نے اس بارے میں دئیے

تھے۔ اس تاریکی میں بھی شری جے پرکاش نرائن۔ راجہ جی۔ ونوبا جی۔
جے جے سنگھ۔ شیو راؤ اور بہت سے دیگر پُرخلوص انسان ہمیں
مخلص دکھائی دے رہے ہیں۔ جو اب بھی برملا شدّت سے کہہ رہے ہیں۔ کہ
اس مسئلہ کو حل کرو۔ اور عوام کی مرضی اور خواہش کے مطابق اس کو ختم
کرو۔ اگر ہم بھی ہمت اور عزم صمیم کے ساتھ اس میدان میں برابر گامزن
رہے تو اللہ تعالیٰ (انشاء اللہ) ہمیں ضرور کامیاب وکامران کرے گا۔
میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ سرحد سے اُس پار
ہمارے بھائیوں کو یہاں آنے کی جو اجازت نہیں دی گئی ہے اُس سے ہم سبوں
کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ اور رنج بھی پہونچا ہے۔ اُن کی شرکت سے
ایک اچھی تصویر سامنے آجاتی اور مسئلہ کے حل کے بارے میں مددگار ثابت
ہوتے۔ ہم اپنے اُس پار رہنے والے بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے
دل اُن کے ساتھ ہیں۔ ہم اُن بھائیوں کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ جن کو کہ ہم سے
وقتی طور پر چھین کر دور کر دیا گیا ہے۔

صاحب صدر! اس کنونشن میں مجھے اُمید ہے کہ اُس پار کے رہنے
والوں کو فراموش نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہم کسی ایسی جابر طاقت کے سامنے
ہتھیار ڈالیں گے۔ جس کا مقصد لوگوں کے پیٹھ پیچھے ہماری ریاست کے حصے
بخرے کرنے ہوں۔ میں اپنی پارٹی جموں و کشمیر محاذ رائے شماری اپنی ذاتی رائے
سے پابند نہ کرتے ہوئے استدعا کرتا ہوں کہ ہم کھُلے دل سے ان اصحاب کی
بھی رائے سنیں جو ہماری پارٹی کے نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔
ہمدردی رواداری اور ایک دوسرے کو سمجھنا یہ مہذب لوگوں کا
شیوہ ہے۔ سنیں۔ بلکہ کیا مجھے یہ کہنے کی اجازت ہے۔ کہ یہی وہ عمل ہے
جو حق خود ارادیت اُجاگر کرے اور اس حق پر اثرانداز ہونے کے بغیر ہمیں
آگے بڑھنا چاہئے۔ تاکہ ہم اُس کے حصول کے لئے طریقہ کار اور ذرائع
ڈھونڈ نکالیں۔ تاکہ وہ عمل پذیر ہوں۔ خدا ہمیں توفیق دے۔ شکریہ

شعبہ نشر و اشاعت محاذ رائے شماری نے
نیو کشمیر پریس میں چھاپ کر شائع کیا۔